magazine.mohaddis.com

محمد نعمان فاروقی

فتنہ مفہوم، وسعت اور طرزِ عمل

'فتنہ' کہنے کو تو ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اپنے اثرات اور مفہوم کے اعتبار سے بہت گہرا ہے۔ فتنہ گھر بار اور اہل و عیال میں بھی ہو سکتا ہے، ملک اور روئے زمین پر بھی۔ اس لیے اس کے مفہوم کو جاننا، اس کی وسعت کو سمجھنا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنا اور فتنہ آ جانے کی صورت میں محتاط طرزِ عمل اپنانا انتہائی ضروری ہے۔

'فتنہ' لغت کے آئینے میں

لغوی طور پر فتنہ کے معنی ہیں: امتحان اور آزمائش۔ اس بھٹی کو بھی فتنہ کہتے ہیں جس میں سونے چاندی کے میل کچیل کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔ گویا کہ آزمائش کے لمحات سے گزر کر ایک مسلمان کندن بن جاتا اور دوسرا شخص میل کچیل کی طرح علیحدہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مصیبت، مشکل، سزا، سختی، گناہ، فسق و فجور اور کفر بھی فتنے کے مفہوم میں داخل ہیں۔

فتنے کا مفہوم ... قرآن و سنت میں

قرآن مجید میں فتنے کا مفہوم کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کہیں آزمائش، کہیں سزا کے معنی میں، اور کہیں کفر، کہیں فساد کے معنی میں۔ گویا کہ لفظ فتنہ کا استعمال اور اس کے معانی کو پہچاننا بھی بہت بڑا امتحان ہے۔

حدیث میں بیان کردہ فتنے کا مفہوم زیادہ تر باہمی فساد، خانہ جنگی اور باہمی کشمکش کی ایسی صورتِ حال پر بولا گیا ہے جب کچھ واضح نہ ہو پائے اور اخلاقیات کی سطح اس قدر گر جائے کہ معاملات سدھرنے کی بجائے اُلجھتے چلے جائیں۔ اردو دان طبقے کے ہاں فتنے کا بھی تقریباً یہی مفہوم ہے اور زیرِ نظر تحریر میں اسی کے متعلق بات کی جائے گی۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فتنے کے متعلق چند قابل غور پہلو ... مذکورہ تعریف کی روشنی میں

① فتنہ، مسلمانوں کے باہمی خلفشار کا مفہوم دیتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ محاذ آرائی فتنے کے مفہوم میں داخل نہیں۔ اسی لیے بعض احادیث میں تو واضح الفاظ ہیں: «إِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْـمُسْلِمِيْنَ...»[1] ''جب فتنہ مسلمانوں کے درمیان ہو...''

② فتنہ، ذاتی یا نجی صورتِ حال میں بھی پیش آسکتا ہے لیکن وہ محض لفظی استعمال کی سطح تک ہے مگر جسے فتنہ کہہ سکتے ہیں جس کے متعلق بہت سے احکام بیان ہوئے ہیں، وہ ایسا فتنہ ہے جو بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اسے آپ سیدنا حذیفہ بن یمانؓ کی بیان کردہ حدیثِ صحیحین سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

> سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: فتنے کی بابت تم میں سے حدیثِ نبوی کسی کو یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے یاد ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آدمی کو پیش آنے والا فتنہ اس کے گھر میں بھی ہو سکتا ہے، اس کی اولاد میں بھی اور اس کے ہمسائے کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایسے کام فتنے کی اس شکل کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میری مراد یہ نہیں۔ میں تو اس فتنے کی بات کر رہا ہوں جو سمندر کی موجوں کی طرح اُٹھے گا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! آپ کو اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے: وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اسے توڑ دیا گیا تو وہ تو پھر بند نہیں ہو گا۔''[2]

دروازہ ٹوٹنے سے مراد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی اور اُنہیں اس کا بخوبی اندازہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو فتنہ کھڑا ہوا، اس کا دائرہ چند ایک لوگوں تک محدود نہ تھا بلکہ اس سے خلافتِ اسلامیہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور آج تک اُمت اس فتنے کا شکار ہے اور نہ جانے کب تک رہے گی۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ فتنہ بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس کے اثرات ایک عرصے تک باقی رہتے ہیں۔

---

۱ سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۰

۲ صحیح بخاری، حدیث: ۱۴۳۵؛ صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۴

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

③ فتنہ، کینسر کی طرح آہستہ آہستہ اُمّتِ مسلمہ کے جسد میں سرایت کرتا ہے۔ یہ ایک دم سے نہیں اٹھ جاتا۔ دورِ حاضر میں رونما ہونے والے فتنوں کو دیکھ لیں یا قدیم دور میں کھڑے کیے گئے فتنوں کا جائزہ لے لیں، وہ تدریجاً تباہی کی طرف بڑھتے رہے اور انجام کار بہت سے لوگوں کو لپیٹ میں لے آئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اُٹھنے والا فتنہ بھی تدریجاً بڑھا اور پھیلتا چلا گیا۔ اسے پھیلنے میں تقریباً دس سال کا عرصہ لگا۔ کیونکہ اس دور میں میڈیا اتنا تیز نہیں تھا۔ مگر آج فتنے کی آگ میڈیا کے دوش پر جلد پھیل جاتی ہے۔

④ فتنہ، کسی نہ کسی موقف، نظریے یا نقطۂ نظر ہی سے اُٹھتا ہے۔ مثلاً فلاں فلاں کافر ہے، فلاں فلاں واجب القتل ہے، فلاں زیادہ حق دار یا فلاں غاصب تھا۔ فرمانِ باری ہے:

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ ﴾[1]

"تو رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنہ پردازی کے لیے ان (آیات) کے پیچھے لگتے ہیں جو متشابہ ہیں۔"

⑤ فتنہ، زیادہ تر اغیار کی طرف سے بھڑکایا جاتا ہے۔ اسلام دشمن اور دین دشمن طاقتیں ہی اس کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ جیسا کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اُٹھنے والے فتنے کی پشت پناہی ابن سبا نے کی۔ قرآنِ مجید میں منافقین کی ریشہ دوانیوں میں اس بات کا ذکر بھی کیا گیا ہے:

﴿ وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ ﴾[2]

یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنے کی آگ اغیار کی طرف سے بھڑکائی جاتی ہے۔ منافق بھی دراصل مسلم معاشرے میں کفار کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔

⑥ فتنہ جب اُٹھ رہا ہوتا ہے تو کم علم، ناسمجھ، عاقبت نااندیش اور نام کے مسلمان اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔ عموماً جذباتی لوگ ہی اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔ اغیار ایسے ہی لوگوں کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی مسلمان خود بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کا مسئلہ ہے جسے مسئلہ تکفیر کہتے ہیں۔ کتنے ہی مسلمان تکفیری بن چکے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھنے لگے ہیں۔

---

1 سورۃ آل عمران: ۷

2 سورۃ التوبۃ: ۴۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

⑦ فتنے کی صورت میں جنگ ہونا ضروری نہیں۔ یہ ایک اعصابی نوعیت کی کشمکش بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں بہت محتاط چلنا پڑتا ہے اور آلۂ کار بننے سے مکمل اجتناب کرنا ہوتا ہے۔

⑧ فتنہ، اخلاقیات سے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ 'فتنے' کے متعلق بات کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَ خَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا وَ كَانُوْا هٰكَذَا ... وَ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ...»[1]

"جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے ہاں عہد کی پاس داری نہیں رہی اور امانت کی اہمیت ان کے ہاں نہیں ہے اور وہ ایک دوسرے سے اختلاف کا شکار ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (یعنی الجھی ہوئی صورتِ حال کی طرف اشارہ کیا تو یہ بھی فتنے ہی کی صورت ہے)"

عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اس وقت میں کیا کروں؟ اس موقع پر آپ علیہ السلام نے جو حل بتایا، وہ اگلے ذیلی عنوان میں آرہا ہے، کیونکہ وہ فتنوں میں طرزِ عمل کے متعلق ہے۔

آپ ﷺ نے فتنوں کے تذکرے کے دوران اخلاقیات کے عمومی بگاڑ کا ذکر فرما کر واضح کر دیا کہ یہ بھی فتنے ہی کی ایک صورت ہے۔ جیسے بے حیائی کا عام ہو جانا، دھوکا دہی اور فراڈ کا عام ہو جانا۔ یہ بھی فتنے ہی کی صورتیں ہیں اور مسلمانوں میں اخلاقی گراوٹ اور اس کے اثرات کیا کسی فتنے سے کم ہیں؟

فتنوں میں مسلمان کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

احادیثِ مبارکہ میں فتنوں کے متعلق پیش گوئیوں کا اظہار اس بنا پر نہیں کیا گیا کہ ہم انتظار کرتے رہیں اور فتنے پورے ہوتے دیکھتے رہیں بلکہ اس لیے خبردار کیا گیا ہے تاکہ ہم محتاط رہیں اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طرزِ عمل کو اختیار کریں۔ یعنی صرف مشکل سے آگاہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس کا حل بھی بتا دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے مطالعے کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ واقعی فتنوں کا دور شروع ہو چکا ہے اور ہمیں یہ طرزِ عمل اپنا لینا چاہیے بلکہ جس علاقے کے مسلمانوں کو جس نوعیت کے فتنوں کا جس قدر سامنا ہو، وہ اس میں محتاط طرزِ عمل اختیار کریں اور چوکنے رہیں، کیونکہ فتنہ اپنے آغاز میں اس نومولود کی طرح ہوتا ہے جس کے بارے میں کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوتا ہے۔

---

1 سنن ابن ماجہ، حدیث: ۳۹۵۷، مسند احمد: ۴۳۱/۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فتنوں میں مسلمانوں کا طرزِ عمل

۱۔ عبادت زیادہ سے زیادہ کرے:

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ»[۱]

"ہرج (فتنوں) کے دَور میں عبادت میری طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔"

احادیث میں 'الہرج' کے معنی کثرتِ قتل بھی بتلائے[۲] گئے ہیں، مگر مذکورہ حدیث کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں:

"'الہرج' سے یہاں مراد فتنہ ہے اور لوگوں کے معاملات کا اُلجھ جانا، اور فتنوں میں عبادت کی فضیلت اس لیے ہے کہ فتنوں میں لوگ عبادت سے غافل ہو کر ادھر اُدھر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت تھوڑے افراد ہی عبادت کرتے ہیں۔"[۳]

عبادت کی زیادہ تر نوعیت نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات سے متعلق ہو جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔ دراصل فتنہ اپنے اندر کشش بھی رکھتا ہے۔ اب دیکھیں کہ بعض لوگوں کو پتا ہے کہ میں کسی پر حملہ کر کے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو رہا ہوں مگر وہ اس کے لیے بھی تیار ہے۔ عبادت میں مصروف ہو گا تو ایسے افکار و خیالات سے نجات ملے گی جو شریعت کے منافی ہوں۔ اس لیے عبادت میں مشغول ہونے پر اتنے بڑے اَجر کی نوید سنائی گئی ہے۔

۲۔ فتنوں سے بچنے کی دعا کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ہے:

«...وَ إِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ»[۴]

"اور جب تو اپنے بندوں کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو فتنے میں مبتلا کیے بغیر مجھے اپنی طرف

---

۱ صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۴۸

۲ صحیح بخاری، حدیث: ۸۵

۳ شرح نووی علی صحیح مسلم: ۱۸/۸۸

۴ جامع ترمذی، حدیث: ۳۲۳۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بلا لینا۔"

یہ وہ دعا ہے جو نبی ﷺ نے خواب میں براہِ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔ فتنوں میں حصہ لینا تو دُور کی بات ہے ہمیں تو فتنوں سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔ نبی ﷺ بھی اس امت کے فتنوں میں پڑنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے پانچ بڑی عمومی نوعیت کی خامیوں اور ان پر ملنے والی سزاؤں کا ذکر فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا:

«خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَ أَعُوْذُ بِاللهِ أَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ»[1]

"پانچ خامیاں ہیں جب تمہاری ان کے ذریعے آزمائش ہوئی (تو تم ہلاکت سے دوچار ہو گے) اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان خامیوں (کے دور) کو پالو۔"

۳۔ حکمرانوں کی جائز امور میں اطاعت کی جائے

سیدنا حذیفہ بن یمانؓ نے نبی ﷺ سے خیر اور شر کے متعلق متعدد سوال کیے ... اسی دوران آپ ﷺ نے شر کے دور کے متعلق فرمایا:

"جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوئے داعی ہوں گے جو ان کی بات مان لے گا، وہ اسے جہنم میں گرا دیں گے۔"

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ایسے لوگوں کے متعلق ہمیں بتائیں۔ فرمایا:

«هُمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا»

"وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہم میں سے ہی ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔"

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر یہ دور میرے ہوتے ہوئے آجائے تو آپ کی کیا ہدایت ہے (کہ میں کیا کروں؟) فرمایا: "مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے جُڑ جاؤ۔"

عرض کی: اگر مسلمانوں کی جماعت ہو اور نہ امام؟ فرمایا:

"تم تمام گروہوں سے کنارہ کش ہو جانا۔"[2]

دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«تَسْمَعُ وَ تُطِيعُ لِلْأَمِيْرِ، وَ إِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَ أُخِذَ مَالُكَ»[1]

---

۱ سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۰۱۹

۲ صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۰۶؛ صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۴۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"تم حکمران کی سمع وطاعت کرنا، اگرچہ تمہیں سزادی جائے اور تمہارا مال لے لیا جائے۔"
اس سے مسلمانوں کی کوئی خاص جماعت مراد نہیں ہے بلکہ عمومی طور پر مسلمان مراد ہیں۔

۴۔ گروہ بندی اور حزبیت سے بچا جائے

یہاں ایک سمجھنے والی بات ہے، وہ یہ کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تو آپ ﷺ سے یہ سوال دریافت کیا:
«فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا إِمَامٌ»
"تو اگر ان کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو (کیا حکم ہے؟)۔"
تو آپ ﷺ نے یہ کیوں فرمایا: «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا»
"تو تم ان سب گروہوں سے کنارہ کش ہو جانا۔"
سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ تو نہیں پوچھا تھا کہ مسلمانوں کی کئی جماعتیں ہوں بلکہ ان کا سوال تو مسلمانوں کی ایک جماعت اور امام کے متعلق تھا مگر جب ایک جماعت اور امام نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ متعدد جماعتوں کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے تمام جماعتوں اور گروہوں سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا فتنوں کے دور میں جماعتوں کے بت تراشنے کی بھی ضرورت نہیں۔ جب ان جماعتوں اور گروہوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے تو پھر گروہ بندی کا جواز کیونکر ہو سکتا ہے۔
راقم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ عین وہ دور آ چکا ہے کہ تمام جماعتوں سے علیحدہ ہو جائے مگر موجودہ مسلمانوں کی جماعتی کشمکش بھی کسی فتنے سے کم معلوم نہیں ہوتی۔ موجودہ مسلمان گروہی تعصّبات میں بری طرح اُلجھے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ گروہی اور جماعتی تعصّبات کے خلاف کسی آواز کو بھی وہ دین دشمنی تصور کرتے ہیں۔

۵۔ اسلحے پر مکمل پابندی ہو

فتنوں کے دور میں اسلحے کے کسی بھی طرح کے استعمال پر پابندی ہونی چاہیے۔ ہم تو آج اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امن کے لیے اسلحے سے پاک ہونا ضروری ہے مگر ہمیں ۱۴۰۰ سال قبل بتا دیا گیا تھا۔ اس حوالے سے متعدد پہلو سے راہ نمائیاں موجود ہیں:

---

۱ صحیح مسلم، حدیث: (۵۲) ۱۸۴۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

① پہلے سے اسلحہ موجود ہو تو اسے ضائع اور بے کار کر دے۔ فرمان نبوی ہے:

«...فَلْيَعْمِدْ إِلَى سَيْفِهِ فَلْيَضْرِبْ بِحَدِّهِ عَلَى حَرَّةٍ ثُمَّ لِيَنْجُ مَا اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ»[1]

"...وہ اپنی تلوار کو لے کر اس کی دھار پتھر پر مار دے، پھر جس قدر (فتنے سے) نجات مل سکتی ہو اسے حاصل کرے۔"

② فتنوں کے دَور میں اسلحہ نہیں خریدنا چاہیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب البیوع میں ایک باب قائم کیا ہے: "بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا" "فتنوں کے دور میں اسلحہ خریدنا۔"

اور اس کے ضمن میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ فتنوں کے دور میں اسلحے کی خرید و فروخت کو ناپسند سمجھتے تھے۔ اس باب کی وضاحت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے کی ہے:

"گویا یہاں فتنے سے مراد وہ جنگیں ہوں جو مسلمانوں کے درمیان ہی بھڑک اُٹھتی ہیں کیونکہ یہ اسلحہ خریدنے والے کے ساتھ ایک تعاون کی صورت ہوگی۔ مگر یہ اس وقت ہے جب صورتِ حال غیر واضح ہو لیکن جب اس کا بات کا یقین ہو کہ فلاں گروہ باغی ہے تو اس وقت جو گروہ حق پر ہو، اس سے اسلحے کی خرید و فروخت جائز ہوگی۔"[2]

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث لائے ہیں، وہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ فقہی بصیرت کی روشن دلیل ہے۔ وہ حدیث یہ ہے، سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حنین کے موقع پر نکلے تو میں نے زرہ فروخت کر کے اس کے عوض ایک باغ خرید لیا....."[3]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لا کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان تھی اور سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے زرہ فروخت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اس بات سے روکا نہیں۔ یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے یہ زرہ کسی ایسے شخص کو فروخت نہیں کی ہوگی جو مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو۔ مگر یہی بیع مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی میں ناجائز ہو جاتی ہے۔ یعنی جس اسلحہ کو

---

1 سنن ابی داود، حدیث: ۴۲۵۶

2 فتح الباری، تحت الحدیث: ۲۱۰۰، ۴/ ۴۰۸

3 صحیح بخاری، حدیث: ۲۱۰۰

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فروخت کرنے سے مسلمانوں کا نقصان ہو تو ایسی فروخت ناجائز ہے۔

④ بس علامتی اسلحہ ہو۔ فرمانِ نبوی ہے:

«إِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَاتَّخِذْ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ»[1]

''جب فتنہ مسلمانوں کے درمیان ہو تو پھر لکڑی کی تلوار بنالینا۔''

یہ حدیث سیّدنا اُہبان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت سنائی تھی جب وہ بصرہ میں اُن کے ہاں تعاون کے سلسلے میں گئے تھے۔

۶۔ کسی صورت میں قاتل نہ بنے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس دوران سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کوئی فتنہ پرور میرے گھر آجائے اور مجھے قتل کرنے کی پوری تیار کرلے (تو کیا کروں)؟ فرمایا:

''آدم علیہ السلام کے (مقتول) بیٹے کی طرح ہو جانا۔''[2]

۷۔ زبان اور قلم کو مکمل کنٹرول میں رکھے

فتنوں کے دور میں اسلحے پر پابندی کے ساتھ ساتھ زبان اور اس سے زیادہ اثر انداز ہونے والے قلم پر بھی مکمل کنٹرول ہونا چاہیے کیونکہ اس کا ذرا سا غلط استعمال 'محرم' سے 'مجرم' بنا دیتا ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: «وَأَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ»[3]

''اور (فتنوں کے دور میں) اپنی زبان (اور تحریر) پر مکمل کنٹرول رکھو۔''

اگرچہ عام حالات میں بھی کنٹرول ہی ہونا چاہیے مگر فتنہ و فساد کے دور میں اس حوالے سے مکمل احتیاط برتنی چاہیے۔

۸۔ سرگرمیوں کو محدود کردے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''فتنوں کے دور میں لیٹنے والا، بیٹھنے والے شخص سے، بیٹھا ہوا کھڑے شخص سے، کھڑا ہوا چلنے

۱ السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث: ۱۳۸۰

۲ سنن ابی داود، حدیث: ۴۲۵۷

۳ سنن ابی داود، حدیث: ۴۳۴۲

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے۔''[1]

یعنی جو شخص جس حد تک دور رہے، اتنا اچھا ہے۔ اسی طرح فتنے کے دور میں گھر تک محدود رہنے کی بھی تلقین نبوی ہے۔[2]

۹۔ عوام یا لوگوں کی فکر چھوڑ دے، بس اپنے آپ کو سدھارے

حدیثِ مبارکہ ہے:

«...وَ عَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَ دَعْ عَنْكَ اَمْرَ الْعَامَّةِ»[3]

''اور (اس پر فتن دور میں) تم بس اپنے آپ کی خصوصی فکر کرو اور لوگوں کی گتھیاں سلجھانے کو چھوڑ دو۔''

۱۰۔ 'نہی عن المنکر' سے رک جائے

جب حالات اس قدر پر فتن ہو جائیں تو پھر اس حدیث پر بھی عمل کرنا چاہیے جس میں ہے:

«وَ خُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَ دَعْ مَا تُنْكِرُ»[4]

''اور جس اچھائی کو تو اچھا جانتا ہے، اسے اختیار کر لے اور جو تجھے ناپسند ہے اسے چھوڑ دے۔''

عمومی حالات میں 'منکر' کو دیکھ کر روکنے کا حکم ہے مگر فتنوں میں 'منکر' سے کنارہ کش ہو جانے کا حکم ہے۔ کیونکہ خدشہ ہے کہ برائی سے روکنے کے باعث اس سے بھی بڑا فتنہ و فساد پھیل جائے۔

مذکورہ اور اس سے ملتی جلتی مزید بھی راہ نمائیاں ہیں جو فتنوں کے دور سے متعلقہ ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ دور آ چکا ہو مگر حفظِ ما تقدم کے تحت اور فتنوں سے دوچار ہونے سے قبل ان کے متعلق جاننا اچھا ہے۔ فتنوں سے دوچار ہونے کے بعد اُن کا پتا چلے تو اس کا کیا فائدہ... اسی لیے تو آپ ﷺ نے بہت پہلے ہی اظہار فرما دیا تھا تاکہ اُمت فتنوں سے بچ کر رہے۔

---

۱ سنن ابی داود، حدیث: ۴۲۵۶

۲ سنن ابی داود، حدیث: ۴۳۴۲

۳ السلسلۃ الصحیحۃ از شیخ البانی، حدیث: ۲۰۵

۴ سنن اَبی داود، حدیث: ۴۳۴۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ